حضرت امام خمینیؒ

حالات وعظیم خدمات

انقلاب اسلامی ایران کے قائد عظیم الشان امام خمینیؒ کی جانگداز موت نے دنیا بھر کے مسلمانوں کے جذبات کو اتنا برانگیختہ کردیا کہ تاریخ کے دامن میں اس کی مثال نظر نہیں آتی۔ ان کی وفات کی خبر پھیلتے ہی عالم اسلام رنج وغم اور نالہ وشیون کے دریا میں ڈوب گیا اورغمزدہ انسانوں کا سیلاب مسجدوں اور دینی مرکزوں کی طرف اُمنڈ پڑا اورسوگواری وعزاداری کا لامتناہی سلسلہ شروع ہوگیا۔ لوگ سروسینہ پیٹ رہے تھے اور ان کی آنکھوں سے مسلسل اشک جاری تھے۔ سڑکیں سیاہ پوش عزاداروں سے بھری ہوئی تھیں اور کاروبار حیات کی پرواہ کیے بغیر لوگ نالہ وشیون میں مشغول تھے۔ کسی میں اتنی طاقت نہ تھی کہ وہ دوسرے کوتعزیت پیش کرسکے۔ گویا ہر آدمی خود کو صاحب غم سمجھ رہا تھا۔ سماج اور سماجی سرگرمیوں سے لاپرواہ اور کم متاثر ہونے والے لوگ بھی رنجیدہ اورغمزدہ لوگوں میں شامل تھے اور پورے ملک پر ہنگامِ حشر جیسی کیفیت طاری تھی۔ تمام اسلامی ممالک میں مختلف اعتبار سے رنج وغم کا مظاہرہ کیا جارہا تھا۔ سامراجی تسلط والے ملکوں میں زندگی بسر کرنے والے مسلمان بھی گرفتاری وزدوکوب اور خوفناک سزا جیسے خطروں کے باوجود اپنے اندرونی جذبات کو روک نہ سکے اور امت اسلامیہ عالم کے قائد امام خمینیؒ کی عزاداری میں مصروف ہوگئی۔

یہ تمام حوادث انسان کو اس بات پر آمادہ کرتے ہیں کہ وہ خود اپنے آپ سے یہ سوال کرے کہ درحقیقت امام خمینیؒ کون تھے؟ انھوں نے ایسا کونسا کارنامہ انجام دیا ہے کہ ان کی وفات نے امت اسلامیہ کے قلب کو اتنا مجروح کردیا؟ ایک ایسا آدمی جو قم، نجف اشرف اور بالآخر جماران کے اپنے حقیر وناچیز مکان کے باہر بھی نہیں آیا تھا، اس نے دنیا بھر کے کمزور

اور پسماندہ لوگوں سے ایسے تعلقات کیسے قائم کر لیے کہ آج اُن کی موت نے تمام لوگوں کو اس قدر غمزدہ بنا دیا کہ ان کے غم میں ہزاروں نوحے پڑھے گئے اور لاکھوں آنکھیں اشکبار ہوئیں؟ واقعی یہ جاننا ضروری ہے کہ وہ کون تھے؟ اور انھوں نے کیا کارنامہ انجام دیا؟

ولادت، بچپن اور ابتدائی تعلیم

امام خمینیؒ ۲۰؍جمادی الثانی ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۹۰۲ء شہر خمین کے محلّہ سادات میں پیدا ہوئے۔ یہی تاریخ دختر پیغمبر حضرت فاطمہ زہرا(س) کی سالگرہ اور ولادت کا دن ہے۔ اس گھر میں ان کے دو بڑے بھائیوں اور تین بہنوں کی ولادت پہلے ہی ہو چکی تھی لہٰذا ان کے بچپن کا زمانہ انھیں لوگوں کے ساتھ شروع ہوا۔

امام خمینیؒ کے والد محترم آیت اللہ مصطفیٰ موسوی بھی ۲۲؍رجب ۱۲۷۸ھ کو اسی شہر میں پیدا ہوئے تھے اور آٹھ برس کی چھوٹی سی عمر میں اپنے والد جناب احمد موسوی کی شفقتوں سے محروم ہو گئے تھے۔ اپنے والد کی موت کے بعد مرحوم مصطفیٰ موسوی پر گھریلو ذمہ داریوں کا پہاڑ ٹوٹ پڑا اور ان ذمہ داریوں کو دیکھتے ہوئے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ وہ اپنے اسلاف کی فقہ و اجتہاد کی راہ و روش کو جاری نہ رکھ سکیں گے لیکن ذمہ داریوں کا بھاری بوجھ انھیں علم دین حاصل کرنے سے نہ روک سکا۔ چنانچہ خمین میں مرحوم آقا مرزا احمد خوانساری کی خدمت میں ابتدائی تعلیم سے فراغت حاصل کرنے کے بعد وہ حوزۂ علمیہ اصفہان کی طرف گامزن ہو جاتے ہیں جو اس زمانے میں غیر معمولی شہرت کا حامل تھا۔ وہاں انھوں نے مشہور زمانہ اساتذہ سے علوم شرعیہ میں مہارت حاصل کی اور ان علوم میں مکمل مہارت حاصل کرنے کے لیے نجفِ اشرف روانہ ہو گئے۔ وہاں وہ علمی سرگرمیوں میں ہمہ تن مصروف ہو جاتے ہیں اور اس زمانے کے مراجع تقلید سے اجازۂ اجتہاد حاصل کرنے کے بعد فخر المجتہدین کے لقب سے مشہور ہو جاتے ہیں اور اس طرح علمی مدارج طے کرنے کے بعد آیت اللہ مصطفیٰ موسوی اپنے وطن خمین واپس آ جاتے ہیں اور وطن والوں کے شرعی امور کی نگرانی کا کام شروع کر دیتے ہیں۔

عتباتِ عالیات میں اقامت کے دوران آیت اللہ مصطفیٰ موسوی نے علماء کی جدوجہد اور سیاسی امور میں اس طبقے کی مداخلت کو قریب سے دیکھا تھا اور تحریم تمباکو کے سلسلے میں آیت اللہ شیرازی کے فتوے کے گہرے، وسیع اور نمایاں اثرات اور شرمناک تجارتی امتیازات کی واپسی کی صورت میں سامراجیت کے شکست کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ چنانچہ خمین آنے کے بعد انھوں نے گوشہ نشینی اور درویشانہ زندگی اختیار کرنے کے بجائے اور ایک مسئلہ گو مجتہد کی شکل اختیار کرنے کے بجائے ہمت کی آستین اوپر چڑھائی اور سماجی میدان میں داخل ہوگئے اور انتہائی دلیرانہ اور بے باکانہ انداز میں معاشرہ کے کمزور و پسماندہ ومحروم عوام کی حمایت میں سرگرم ہوگئے۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ انھوں نے علاقے کے ظالموں اور قاتلوں کی اعلانیہ مذمت شروع کردی اور اس طرح دیکھتے ہی دیکھتے ان کا گھر مظلوموں اور محروم و پسماندہ لوگوں کی پناہ گاہ بن گیا اور مظلوم و بے سہارا عوام ان کے سایہ میں پناہ حاصل کرنے لگے۔

علاقے کے غنڈوں، ظالموں اور قاتلوں کو شاہی دربار کی حمایت حاصل تھی لہٰذا یہ لوگ شرارت پر آمادہ ہوجاتے ہیں اور آیت اللہ مصطفیٰ موسوی کو ختم کردینے کا منصوبہ بنا لیتے ہیں۔ آخرکار علاقے کے غنڈے خمین کے راستہ میں ان پر قاتلانہ حملہ کرکے انھیں شہید کردیتے ہیں اور اس طرح آٹھ برس تک خمین والوں کی مخلصانہ خدمت انجام دینے کے بعد صرف ۴۲ سال کی عمر میں وہ شہادت کے عظیم مرتبہ پر فائز ہوجاتے ہیں۔

بچپن اور حوزۂ علمیہ میں آمد سے پہلے ان کی تعلیم

والد گرامی آیۃ الحاج مصطفیٰ موسوی کی شہادت کے موقع پر امام خمینیؒ کی عمر چار یا پانچ مہینے کی تھی لیکن بعد میں والد کی شہادت کا پورا واقعہ سننے کے بعد انھیں اپنے والد سے بڑی محبت پیدا ہوگئی اور وہ اپنے والد کی اس راہ و روش کی مدح و ستائش کرنے لگے کہ وہ مظلومین اور ستم رسیدہ لوگوں کی حمایت کیا کرتے تھے۔ بہرحال بچپن کے ابتدائی مراحل سے گزرنے کے بعد امام خمینیؒ تعلیم حاصل کرنے اور گوناگوں معلومات فراہم کرنے کے لیے آمادہ ہوجاتے

ہیں۔ ابتدائی مرحلہ میں وہ مقامی عالم دین ملا ابو القاسم سے علم حاصل کرتے ہیں اور انھیں سے قرآن پڑھنا سیکھتے ہیں۔ اس کے بعد سات سال کی عمر میں وہ اپنی والدہ کے چچازاد بھائی شیخ جعفر سے ادبیات عرب کا درس حاصل کرتے ہیں۔ پھر ابتدائی تعلیم مرحوم میرزا محمود افتخار العلماء سے حاصل کرتے ہیں اور اس کے بعد اپنے ماموں مرحوم الحاج میرزا محمد مہدی کی شاگردی کے ساتھ ہی ساتھ اپنے بڑے بھائی آیت اللہ آقای پسندیدہ سے منطق، مطول اور سیوطی پڑھنا شروع کردیتے ہیں اور اس طرح امام خمینیؒ ۱۷ سال کی عمر تک اپنے وطن خمین میں ہی تعلیم حاصل کرتے رہے پھر اسی سال انھوں نے اصفہان جانے کا ارادہ کیا لیکن شیخ عبدالکریم اور ان کے مدرسہ کی شہرت نے انھیں اراک پہنچا دیا۔ وہاں انھوں نے حوزۂ علمیہ کے مشہور اساتذہ مرحوم محمد گلپائگانی اور مرحوم آقای عباس اراکی سے درس حاصل کرنا شروع کردیا۔ ایک سال کے بعد جب آیت اللہ حائری نے اراک سے قم کوچ کرنے کا فیصلہ کیا تو امام خمینیؒ بھی ان کے ہمراہ قم چلے گئے۔

قم میں امام خمینیؒ کی تعلیم

امام خمینیؒ اپنی مخصوص ذہانت کے ساتھ نوتشکیل شدہ حوزۂ علمیہ قم میں درس حاصل کرنے لگے اور پانچ برس کے اندر یعنی ۲۲ سال کی عمر میں انھوں نے ادیب تہرانی، سید محمد تقی خوانساری، سید علی یثربی کاشانی، آیت اللہ شاہ آبادی اور شیخ علی اکبر یزدی جیسے نامور اساتذہ کی شاگردی میں دینی تعلیمات کے بلند مدارج طے کرلیے اور مرحوم شیخ عبدالکریم حائری کے درس میں شامل ہونے لگے۔ دس سال کے دوران (۱۳۴۵ھ لغایۃ ۱۳۵۵ھ) وہ اس صاحب عظمت استاد کی شاگردی میں اپنی علمی، فقہی اور اصولی بنیادوں کی تکمیل کے بعد ۳۳ سال کی عمر میں درجۂ اجتہاد پر فائز ہوگئے۔

اس مدت کے دوران امام خمینیؒ نے علم فقہ میں ممتاز حیثیت حاصل کرتے ہوئے

علوم ہیئت و فلسفہ و حکمت و عرفان میں بھی خصوصی شہرت و مہارت حاصل کرلی اور استاد کامل شمار کیے جانے لگے۔

رضا خاں کے خلاف امام خمینیؒ کی جدوجہد

ظلم وگھٹن اور قتل و غارتگری پر مشتمل رضا خاں کی ۱۶ سالہ حکومت کو قومی اور معنوی اعتبار سے ملک وملت کے لیے ایک خسارہ و سانحہ عظیم شمار کیا جاتا ہے۔ اس زمانہ میں آزادی کو بھی ختم کردیا گیا جو انقلاب مشروطیت اور فوجی بغاوت کے دوران حاصل تھی۔ اس طرح مکمل اقتدار کی باگ ڈور رضا خاں کے ہاتھوں میں آگئی اور ملک کی تمام تنظیمیں یعنی قوتِ عدلیہ، مقننہ و عاملہ رضا خاں کی ذاتی خواہشات کی غلام ہوگئیں اور وہ برطانیہ کے اشارہ پر رقص کرنے لگا۔

ایران میں برطانوی سیاست کو بروئے کار لانے کے لیے رضا خاں کی حتیٰ الامکان کوشش یہ تھی کہ دین کی جڑوں کو خشک کردے اور سرزمینِ ایران میں اتاترک کا کردار ادا کرنے میں کامیاب ہوجائے۔ اس مقصد میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے وہ طبقۂ روحانیت کو کمزور بنانے میں مشغول ہوگیا اور حکومت کی طرف سے بے پردگی کا حکم جاری کردیا، مذہبی مجالس و اجتماعات پر پابندی عائد کردی اور علماء کو فوج میں بھرتی کرنے کا حکم صادر کردیا۔ امام خمینیؒ تقریباً اسی زمانہ میں حوزۂ علمیہ قم میں داخل ہوئے تھے جب رضا خاں نے حکومت کی باگ ڈور سنبھالی تھی۔ اٹھارہ سالہ امام خمینیؒ ان اوّلین علماء میں تھے جنھوں نے رضا خاں کی اعلانیہ مخالفت کی اور اپنے اٹل موقف کے ذریعہ اس کے سامراجی منصوبوں کو پورا نہیں ہونے دیا۔ رضا خاں برطانوی سامراج کے جن منصوبوں کو عملی جامہ پہنانا چاہتا تھا اس کے خلاف بھرپور جدوجہد کے لیے امام خمینیؒ نے مدرسۂ فیضیہ میں ہفتے میں دو مرتبہ دینی اجلاس کا انعقاد کیا تاکہ اسلامی روایات اور اخلاق محاسن کی ترویج کے ذریعہ اسلام دشمن سامراجی پروپیگنڈوں کا مقابلہ کیا

جائے لیکن رضاخاں نے ان مذہبی اجلاس کی راہ میں رکاوٹ پیدا کردی۔ آخرکار امام خمینیؒ ان اجتماعات کو ایک دُور افتادہ محلّے میں قائم کرنے پر مجبور ہوگئے جبکہ اس علاقے میں لازمی وسائل و امکانات کا فقدان تھا۔

امام خمینیؒ نے برطانوی سامراج اور اس کے غلام رضاخاں کے خلاف اپنی اسلامی جدوجہد کو جاری رکھنے کا اٹل فیصلہ کر رکھا تھا لہٰذا دنیا کی کوئی طاقت انھیں اس کام سے روک نہیں سکتی تھی۔ منقول ہے کہ ایک دن امام خمینیؒ نے ایک مسجد کے منتظم سے پوچھا کہ ''اگر رضاخاں تم سے یہ کہے کہ اپنا لباس اُتار ڈالو تو تم کیا کروگے؟ اس نے جواب دیا کہ میں اپنے لباس کے احترام میں گھر کے اندر ہی بیٹھا رہوں گا اور گھر سے باہر نہ نکلوں گا۔ اس موقع پر امام خمینیؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں تو حسبِ معمول اپنا لباس پہن کر مسجد جاؤں گا اور لوگوں کے درمیان تبلیغ و ہدایت کا کام جاری رکھوں گا۔''

ایران تحریک کی چوکھٹ پر

فوجی تکنیک کی ترقی اور صنعتی راہ و روش کے فروغ کے ساتھ ساتھ تیل سے وابستہ بڑی حکومتوں کے درمیان رقابت شروع ہوگئی اور ایرانی تیل کے موضوع پر امریکہ، برطانیہ اور روس کے درمیان اس رقابت نے شدید روپ اختیار کرلیا اور ان میں سے ہر ایک اپنے ایجنٹوں اور غلاموں کے ذریعہ ایرانی تیل پر اپنا غاصبانہ قبضہ جمانے کی کوشش کرنے لگا۔ روس جو اس سے قبل آذربائیجان کے وسیع علاقے پر قبضہ کرچکا تھا اپنے ایجنٹوں مثلاً آذربائیجان میں پیشہ وری اور کردستان میں قاضی محمد اور ان کے ساتھیوں کے ذریعہ ایران کے دیگر علاقوں پر قبضہ کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ اس نے تودہ پارٹی کے ضمیر فروش کارکنوں کے ذریعہ اپنے شرمناک منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے کا کام شروع کردیا۔ معاہدہ پر کی گئی اپنی دستخط کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اس نے سرزمین ایران میں اپنی فوجوں کے قیام کو برقرار رکھا اور کسی قیمت پر ایرانی سرزمین خالی کرنے کے لیے آمادہ نہ ہوا لیکن جب اس کو امریکہ و برطانیہ کے مقابلے میں اپنی

کمزوری کا احساس ہوا تو اس نے تیل سے مالامال شمالی علاقے کے بدلے میں ایران سے اپنی فوج ہٹانے کی پیشکش کی۔ امام خمینیؒ کو ان مسائل سے بخوبی واقفیت تھی لہٰذا انھیں مسلمانوں بالخصوص ایرانی مسلمانوں کی زبوں حالی پر سخت افسوس تھا اسی وجہ سے انھوں نے سامراجی چنگل سے مسلمانوں کی آزادی کو اپنا مشن بنا لیا تھا اور گرفتاری کے سیاہ ایام میں بھی وہ ایران اور مسلمانوں کی موجودہ ناگفتہ بہ حالت سے غافل نہیں ہوئے اور ہمیشہ مسلمانوں کی اصلاح اور ان کی ترقی و خوشحالی کے لیے پوری طرح کوشاں رہے۔

۱۳۵۵ھ میں آیت اللہ شیخ عبدالکریم حائری کی وفات کے بعد امام خمینیؒ نے ایک آگاہ و مہربان مرجع تقلید کے انتخاب کے لیے بڑی کوشش کی کیونکہ امام خمینیؒ کی نظر میں مرجعیت کی شرط فقط فقہ و اصول ہی تک محدود نہ تھی بلکہ اس کے لیے موجودہ سیاسی و سماجی حالات سے آگاہی اور شجاعت و درایت کا ہونا بھی لازمی تھا۔ چنانچہ امام خمینیؒ عہدہ مرجع تقلید کے لیے آیت اللہ بروجردی کا انتخاب کرتے ہیں کیونکہ ظلم و گھٹن کے ماحول کے خلاف انھوں نے اسلامی موقف اپنایا اور آخر تک رضاخاں کی مخالفت میں سرگرم رہے۔ اسی وجہ سے امام خمینیؒ ان کی مرجعیت کی تبلیغ کرتے رہے اور وقتاً فوقتاً انھیں اسلام دشمن سازشوں نیز ملک کے مختلف علاقوں میں بیرونی طاقت کے ایجنٹوں سے آگاہ بھی کرتے رہے اور جب کبھی سیاسی امور میں آیت اللہ بروجردی کو اپنے نظریہ کا اعلان کرنا ہوتا تھا تو وہ پہلے امام خمینیؒ سے مشورہ کر کے ان کی رائے ضرور معلوم کرلیا کرتے تھے۔ مرجعیت کی اس مہم کے ساتھ ہی ساتھ امام خمینیؒ ظلم و استبداد و سامراجیت کے خلاف اپنی اسلامی تحریک کو کامیاب بنانے میں بھی لگے رہے۔ طبقۂ روحانیت کے کمزور اور طاقتور پہلوؤں کی مکمل شناخت ہونے کی وجہ سے انھوں نے حوزۂ علمیہ اور دینی مراکز میں ایک فکری تبدیلی و بیداری کا ماحول پیدا کردیا۔ امام خمینیؒ اس حقیقت سے بخوبی واقف تھے کہ اگر وہ موجودہ مسائل سے تنہا ٹکراتے رہے، اکیلے ہی اسلام دشمن سازشوں کی نابودی کی کوشش کرتے رہے تو انھیں وسیع کامیابی حاصل نہ ہوگی اور آیت اللہ مدرس یا آیت اللہ کاشانی

کی طرح ان کی اسلامی تحریک بھی ناکام ہوجائے گی اور وہ فقط معدودے چند سامراجی سازشوں کو نابود کرسکیں گے، لیکن اگر انہیں کچھ ہم فکر وہم عقیدہ ساتھی مل گئے تو وہ سامراجی سازشوں کو ناکام بنانے میں کامیاب ہوجائیں گے، ملک سے سامراج کی جڑوں کو اکھاڑ پھینکنے کا موقع مل جائے گا اور عالم اسلام میں پھیلے ہوئے ان کے مکروفریب کے جال کو تباہ و برباد کردیا جائے گا۔

آیت اللہ بروجردی اور آیت اللہ کاشانی کی وفات کے بعد حکومت اس بات کی جی توڑ کوشش کرتی ہے کہ آئندہ مرجع تقلید کے انتخاب میں مداخلت کا موقع مل جائے، حکومت کی نظر میں سب سے زیادہ اہم بات یہ تھی کہ کسی غیر ایرانی عالم دین کو مرجعِ تقلید بنادیا جائے کیونکہ آیت اللہ بروجردی اور ان کے بعد آیت اللہ کاشانی کے جنازہ میں لاکھوں مسلمانوں کی شرکت سے ارباب حکومت کو مرجعِ تقلید کی مثالی طاقت ومقبولیت کا بخوبی اندازہ ہوگیا تھا اور ان لوگوں کو یہ فکر دامنگیر تھی کہ اگر کبھی عوام الناس کا اُمنڈتا ہوا یہ سیلاب حکومت کے منصوبے کی مخالفت پر کمربستہ ہوجائے تو کیا ہوگا؟

صوبائی اور شہری انجمنوں کا جھگڑا

آیت اللہ بروجردی اور آیت اللہ کاشانی کی وفات کے بعد حکومت کا خیال تھا کہ اب رُوحانیت کا مسئلہ ختم ہوگیا اور چونکہ مرجعیت کے لیے کوئی غیر اختلافی شخصیت اُبھر کر سامنے نہیں آرہی ہے لہٰذا اب مرجعِ تقلید کا انتخاب و اعلان کوئی مشکل کام نہیں رہ گیا ہے لہٰذا وہ بڑی تیزی کے ساتھ ایسے قدم اُٹھانے لگتی ہے کہ آیت اللہ بروجردی اور آیت اللہ کاشانی کی زندگی میں وہ ان اقدامات کے سلسلے میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ ان اقدامات میں صوبائی اور شہری کونسلوں کی تشکیل کا قانون بھی شامل تھا۔حکومت کی طرف سے منظورشدہ اس قانون کے بموجب جب قومی کونسل کے لیے منتخب ہونے والوں اور انہیں منتخب کرنے والوں کا مسلمان ہونا لازمی نہیں رہ گیا تھا نیز قرآن مجید کی قسم کھا کر حلف برداری کرنے والی شرط کو بھی عمداً نظر انداز کردیا گیا تھا۔

یہ قانون اسلامی مقدسات کی توہین اور ملک کے آئین میں اعلانیہ مداخلت کو نمایاں کرتا تھا۔ جیسے ہی علماء اور طبقۂ روحانیت کو حکومت کے اس قانون کی اطلاع ملی ان کے درمیان ایک ہلچل سی پیدا ہوگئی اور انھیں ایک مناسب و مؤثر ردِ عمل کے لیے مجبور ہونا پڑا۔ امام خمینیؒ اور قم میں مقیم دوسرے کچھ علماء نے شاہ اور مختلف صوبوں کے نامور علماء کے نام ٹیلی گرام بھیج کر اس مسئلہ میں اپنی پریشانی و سخت مخالفت کا اعلان کردیا۔ بات فقط طبقۂ علماء ہی تک محدود نہ رہی بلکہ مسجدوں اور عام محفلوں میں بھی لوگوں نے اس قانون پر اعتراض کرنا شروع کردیا کہ اگر یہ قانون واپس نہ لیا گیا تو عوام اس جدوجہد میں علماء کی حمایت کے لیے ہمہ تن آمادہ ہیں۔

اس کے بعد اسلام دشمن حرکتوں کے خلاف کی جانے والی جدوجہد میں ایک نیا مرحلہ شروع ہوجاتا ہے اور حکومت کو اس حقیقت کا بخوبی اندازہ ہوجاتا ہے کہ ان کی بدعنوانیوں کے خلاف علماء کی جدوجہد ابھی ختم نہیں ہوئی ہے۔ چنانچہ ایک ٹیلی گرام کے ذریعہ حکومت علمائے قم کو قانون کی واپسی سے آگاہ کردیتی ہے۔ ضمنی طور پر اس تحریک کے دوران ایرانی عوام امام خمینیؒ کے چہرے سے اور زیادہ آشنا ہوجاتے ہیں اور حکومت کے خلاف علماء کی جدوجہد میں امام خمینیؒ کو مرکزی حیثیت حاصل ہوجاتی ہے۔

اس کے ساتھ ہی ساتھ اس واقعہ کے بعد امام خمینیؒ کی مقبولیت میں غیر معمولی اضافہ ہوجاتا ہے اور دوسری طرف حکومت امام خمینیؒ پر کڑی نگاہ رکھنے لگتی ہے۔ واضح رہے کہ شرمناک قانون کی واپسی کے سلسلے میں حکومت کی طرف سے جملہ علمائے قم کے نام ٹیلی گرام روانہ کیا جاتا ہے اور امام خمینیؒ کو جان بوجھ کر اس فہرست میں شامل نہیں کیا جاتا ہے تاکہ یہ ثابت کیا جاسکے کہ حکومت کی نظر میں ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ بہرحال حکومت کی طرف سے ملنے والے اس ٹیلی گرام سے علمائے تہران مطمئن ہوجاتے ہیں اور عوام اپنی کامیابی پر محفلِ چراغاں کرنے کا ارادہ کرتے ہیں لیکن اپنی غیر معمولی ہوشیاری و دانشمندی کی وجہ سے امام خمینیؒ

لوگوں کو اس کام سے روک دیتے ہیں اور یہ اعلان کرتے ہیں کہ جب تک حکومت اس قانون کی واپسی کا باقاعدہ اعلان نہیں کرتی ہماری جدوجہد جاری رہے گی۔ صوبائی علماء کے نام ٹیلی گرام بھیج کر امام خمینیؒ انھیں بھی اپنے اس فیصلے سے آگاہ کر دیتے ہیں۔ آخرکار ایک پریس انٹرویو کے دوران وزیر اعظم یہ اعلان کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ صوبائی اور شہری انجمنوں کے سلسلے میں جو قانون پاس کیا گیا ہے اس پر عمل درآمد نہ کیا جائے گا۔

اس طرح ملتِ اسلامیہ ایران امام خمینیؒ کی دانشمندانہ قیادت کے سایہ میں پہلی بار کامیابی کا مزہ چکھتی ہے اور امام خمینیؒ کو "زعیم و رشیدِ ملت" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

انقلاب سفید کے پردے میں سامراجی اصلاح

امریکہ کو اس حقیقت کا بخوبی اندازہ تھا کہ شاہی حکومت کو اپنے عوام کا اعتماد حاصل نہیں ہے چنانچہ اس حکومت کی تقویت اور ایران پر اپنے سامراجی تسلط کو قائم رکھنے کے لیے یہ لازمی تھا کہ لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے وہ کوئی نیا ہتھکنڈہ استعمال کرے تاکہ ایرانی ذخائر و امکانات کی لوٹ کھسوٹ جاری رہ سکے اور دوسری طرف فریبانہ اصلاحی پروگرام کے ذریعہ عوام کے درمیان روحانیت بالخصوص امام خمینیؒ کے اثر و رسوخ کو ختم کیا جا سکے۔ چنانچہ شاہی اقتدار کے تحفظ کی خاطر چھ نکاتی نام نہاد سفید انقلاب کا اعلان کیا جاتا ہے اور استصواب عامہ کے لیے اسے عوام کے سامنے پیش کر دیا جاتا ہے۔ امام خمینیؒ اس سامراجی ہتھکنڈے سے اپنے عوام کو محفوظ رکھنے کے لیے استصواب عامہ میں شرکت پر شرعی پابندی عائد کر دیتے ہیں اور یہ اعلان کرتے ہیں کہ ملتِ ایران کو اس امریکی سازش کے خلاف اپنے ردِ عمل کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ تہران اور قم میں لوگ مساجد میں اور مراجعِ تقلید کی رہائش گاہوں پر جمع ہو گئے۔ آخرکار ایرانی عوام نے اس استصواب کی مخالفت کا اعلان کر دیا۔ اس عوامی تحریک کو روکنے کے لیے پولیس نے فوری طور پر مداخلت کی اور زدوکوب کر کے کچھ لوگوں کو گرفتار بھی کر لیا۔ ادھر

علمائے قم کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے شاہ ایران قم کی طرف روانہ ہوجاتا ہے لیکن شاہ کی آمد کی اطلاع ملنے کے بعد بھی قم کے علماء وعوام اپنے گھروں سے باہر نہیں نکلتے ہیں۔ شاہ اہلِ قم کے اس رویہ سے سخت ناراض ہوجاتا ہے چنانچہ حرم میں داخل ہوئے بغیر وہ شاہی قافلے کے ساتھ آئے ہوئے لوگوں پر مشتمل ایک مختصر سے اجتماع میں تمام علماء و طبقۂ رُوحانیت کو گالیاں دینا شروع کردیتا ہے اور عوام کی نظر میں اپنے آپ کو پہلے سے زیادہ ذلیل و رسوا کرلیتا ہے۔ آخرکار بہمن ماہ کی چھ تاریخ کو نمائشی استصواب عامہ منعقد ہوتا ہے اور شاہ کے نام نہاد سفید انقلاب کو منظوری حاصل ہوجاتی ہے۔ اس واقعہ کے بعد ۱۳۴۲ھ ش مطابق ۱۹۶۲ء کو نوروز کے موقع پر عام عزاداری کا اعلان کیا جاتا ہے اور لوگ امام خمینیؒ کی اس تحریک کا شاندار استقبال کرتے ہیں اور علماء وعوام کے درمیان قریبی تعلقات کے عظیم الشان مناظر دیکھنے کو ملتے ہیں۔ اس دوران امام خمینیؒ نے اپنی متعدد تقریروں میں شاہی حکومت کی بدعنوانیوں پر زبردست تنقید کی اور ''امسال علماء کے لیے عید نہیں'' نامی لپنے بیان میں شاہی حکومت کی اسلام دشمنی کو بالکل بے نقاب کردیا اور ٹھوس دلائل کے ذریعہ یہ ثابت کردیا کہ شاہی حکومت اسلام اور مسلمانوں کی نابودی کی خواہاں ہے۔ امام خمینیؒ اس نام نہاد سفید انقلاب کو انقلاب سیاہ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ دوسری طرف حکومت اپنے جملہ وسائل و امکانات کو بروئے کار لاتے ہوئے اس بات کی کوشش کرتی ہے کہ شاہی منصوبوں کے خلاف اُٹھنے والی ہر آواز کا گلا گھونٹ دیا جائے۔ حکومت کے زرخرید غلام پورے ملک میں اسلامی تحریک کے خلاف پروپیگنڈہ شروع کردیتے ہیں اور شاہی سلامتی تنظیم کو یہ ہدایت دی جاتی ہے کہ وہ مخالفین کو گرفتار کرکے انھیں جیل خانوں میں ڈال دے۔

حکومت کی یہ کوشش تھی کہ وہ طبقۂ علماء سے براہ راست نہ ٹکرائے لہٰذا وہ یہ پروپیگنڈہ کررہی تھی کہ علماء شاہ کی سلامتی اور اس شاہی حکومت کی بقا کے لیے دعا کررہے ہیں۔ اس بے بنیاد پروپیگنڈہ کی وجہ یہ تھی کہ شاہی افسروں کو علماء کی غیرمعمولی طاقت کا اندازہ ہوگیا تھا۔

اسی وجہ سے وہ اس عظیم طاقت سے نہیں ٹکرانا چاہتے تھے اور مختلف النوع مکر وفریب کے ذریعہ وہ شرمناک منصوبے کو کامیاب بنانا چاہتے تھے۔

اسی بنیاد پر فروردین ماہ کی دوسری یا تیسری تاریخ کو شاہی افسروں کی ایک جماعت کو سادے لباس میں قم روانہ کیا جاتا ہے تاکہ وہ امام خمینیؒ کی قیادت وہدایت کے سایہ میں اور علماء وعوام کے باہمی تعاون سے منعقد ہونے والی مجالس میں گڑبڑی پیدا کر کے وہاں باہمی اختلافات کی آگ بھڑکا دیں۔ ان مجالس کا مقصد انقلاب سفید کے پردہ میں پیش کی جانے والی اسلام دشمن سامراجی سازشوں کے سلسلے میں عوام کو بیدار کرنا تھا۔ ان شاہی افسروں نے لٹیروں اور ڈکیتوں کی طرح مدرسۂ فیضیہ پر دھاوا بول دیا اور مدرسۂ فیضیہ اور اس کے اردگرد قتلِ عام کا بازار گرم کردیا۔ اس قتلِ عام کی وجہ سے لوگوں میں خوف و وحشت ومایوسی پھیل گئی اور ایسا محسوس ہونے لگا کہ شاہی حکومت کے خلاف علماء کی اسلامی وعوامی تحریک لاثانی شکست سے دوچار ہوجائے گی، لیکن امام خمینیؒ نے بڑی بہادری سے حالات کا مقابلہ کیا اور لوگوں کو ڈھارس اور دلاسہ دیتے رہے۔ انھیں اس بات کا زبردست خطرہ تھا کہ شاہی جلاد ان کے مکان پر بھی حملہ آور ہوسکتے ہیں لیکن وہ ہمت وحوصلہ سے کام لیتے ہوئے اپنے گھر کا دروازہ کھلا چھوڑ دیتے ہیں اور خود آگے بڑھ کر زخمی لوگوں کا استقبال کرتے ہیں اور ضروری علاج فراہم کرنے کے لیے انھیں اسپتال روانہ کرتے ہیں۔ اس شرمناک واقعہ کے بعد امام خمینیؒ اپنے ایک بیان میں شاہی حکومت کی اس وحشیانہ وغیر انسانی حرکت کی بھرپور مذمت کرتے ہیں۔ دھیرے دھیرے اس واقعہ کی خبر ایران کے دیگر علاقوں اور اسلامی ملکوں میں بھی پہنچ جاتی ہے اور عالم اسلام میں شاہی حکومت کے مظالم کے خلاف غم وغصہ کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ آیت اللہ حکیم شاہی حکومت کے نام ایک اعتراض آمیز ٹیلی گرام روانہ کرتے ہیں اور دوسرے ٹیلی گرام میں علمائے قم کو نجف اشرف آجانے کی دعوت دیتے ہیں۔ امام خمینیؒ آیت اللہ حکیم کے ٹیلی گرام کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ ہم لوگ جس منزل پر ہیں وہاں سے واپسی کے

امکانات مفقود ہیں اور ہم لوگوں کے پاس اس کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے کہ ہم نے جو راہ اختیار کی ہے اسی پر گامزن رہیں، کامیابی یا شہادت دو چیزوں میں سے ایک بہرحال حاصل ہوگی۔ دوسری بات یہ ہے کہ ایک ایسے ملک میں، جہاں ذلیل خاندان حکومت کر رہا ہو سکون و اطمینان کی زندگی بسر کرنا ذلت و رسوائی کے برابر ہے اور قرآن کریم کی پیروی کرنے والے اس ذلت و رسوائی کو برداشت کرنے والے نہیں ہیں بلکہ مُردوں جیسی زندگی پر باعزت موت کو ترجیح دیتے ہیں۔ تیسری بات یہ ہے کہ امت اسلامیہ بالخصوص علمائے اعلام باہمی اتحاد اور اسلامی اخوت کے ذریعہ سامراجی سازشوں کو شرمناک شکست سے دوچار کر سکتے ہیں۔

بہرحال مدرسۂ فیضیہ کے شہیدوں کے چالیسویں کے موقع پر مجالسِ عزا کا ایسا لامتناعی سلسلہ شروع ہوتا ہے کہ حکومت کو خطرہ محسوس ہونے لگتا ہے۔ مجلسِ عزا پر پابندی لگادی جاتی ہے اور پورے ملک میں چھوٹی بڑی انقلابی سرگرمیوں کو کچلنے کا کام شروع ہوجاتا ہے۔ اسی دوران جہاد و ایثار کی تعلیم دینے والا محرم کا مہینہ آجاتا ہے اور ابا عبداللہ الحسینؑ کی عزاداری کے ساتھ ہی ساتھ فیضیہ و دیگر علاقوں کے شہداء کی عزاداری ملک کے ہر گوشہ میں حیرت انگیز جوش و خروش پیدا کردیتی ہے۔ حکومت احتمالی حوادث کو روکنے کے لیے یکے بعد دیگرے متعدد اقدام کرتی ہے اور لوگوں سے مطالبہ کرتی ہے کہ عزائے حسینؑ مظلوم کو مظاہروں میں تبدیل کرنے سے پرہیز کریں۔

دوسری طرف امام خمینیؒ علماء و واعظین کے نام اپنے پیغام میں ان سے مطالبہ کرتے ہیں کہ اپنی تقریروں میں حکومت کی بدعنوانیوں کو پوری طرح بے نقاب کردیں اور اس کی اسلام دشمن سیاست سے اپنی نفرت و بیزاری کا مظاہرہ کریں۔ مار پیٹ اور گرفتاری سے خوفزدہ نہ ہوں کیونکہ اسلام خطرے میں ہے اور وہ لوگ ذمہ دار ہیں۔

بہرحال اسی سال تہرانی عوام نے یوم عاشورہ کو سیاسی مظاہرہ میں تبدیل کردیا اور اپنے فلک شگاف نعروں کے ذریعہ امام خمینیؒ اور ان کے اغراض و مقاصد کی حمایت کا اعلان بھی

کردیا۔ ادھر شہر قم پر انقلابی جوش وخروش طاری ہوجاتا ہے۔ حکومت مراسم عاشورہ کی سرگرمیوں کو روکنے کی بھرپور کوشش کرتی ہے اور طرح طرح کے ہتھکنڈے بھی استعمال کرتی ہے لیکن امام خمینیؒ کی سوجھ بوجھ اور ثابت قدمی کی وجہ سے اس کی ہر کوشش ناکام ہوجاتی ہے۔

۱۵ خرداد کا خونیں انقلاب

شاہی حکومت امام کو عوام سے دور رکھنے اور ان کی مقبولیت کو محدود رکھنے میں پوری طرح ناکام ہوگئی اور ان کی ہدایت کے مطابق ملّتِ اسلامیہ ایران نے شاہی حکومت کے خلاف عظیم الشان مظاہرے برپا کیے۔ شاہی حکومت کے خلاف عوامی احتجاج و بغاوت پر قابو پانے کے لیے شاہی حکومت ۱۵ خرداد کی شب میں امام خمینیؒ کو گرفتار کرلیتی ہے اور رات کی تاریکی میں انھیں قم سے تہران منتقل کردیتی ہے۔ اس خبر کو سنتے ہی اہلِ قم گھبراہٹ اور پریشانی کے عالم میں اپنے گھروں سے باہر نکل آئے اور "یا موت یا خمینی" کے فلک شگاف نعروں کے ساتھ لوگ روضۂ معصومۂ قم کی طرف بڑھنے لگے۔ قم کے علاوہ تہران، شیراز اور ملک کے دیگر شہروں میں بھی امام خمینیؒ کی گرفتاری کے خلاف احتجاجی مظاہرے کیے گئے اور لوگوں نے حکومت کے اس شرمناک اقدام کے خلاف عوامی نفرت و بیزاری کا اعلان بھی کیا۔ ابھی اس مظاہرہ کے شروع ہونے کے بعد تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ فضا میں گولیوں کی آواز گونج اٹھی اور قم، تہران اور دیگر شہروں میں ہزاروں لوگ خاک وخون میں غلطاں ہوگئے۔

کچھ دنوں بعد حکومت پر عوام اور علماء کے غیر معمولی دباؤ کی وجہ سے امام خمینیؒ کو قیدخانہ سے آزاد کرکے تہران میں ایک ساواک افسر کے گھر میں نظر بند کردیا جاتا ہے۔ اس دوران امریکی اشارہ پر اس کے زرخرید غلام امینی نے ۱۹۶۱ء میں جس ایرانی قومی کاؤنسل کو منسوخ کردیا تھا، نمائشی چناؤ کے ذریعہ دوبارہ اس کی تشکیل کی اور ایرانی وزیر اعظم اسد اللہ علم، جس کے ہاتھ ہزاروں بے گناہوں کے خون میں ڈوبے ہوئے تھے اور جس نے ۱۵ خرداد اور

کئی دوسرے قتل عام بھی کرائے تھے، منصور کو اپنا جانشین بنا دیتا ہے۔ اس تبدیلی کے ذریعہ شاہی حکومت کا مقصد ایرانی عوام کے دل سے ۱۵ خرداد کے قتل عام کی یادوں کو محو کرنا تھا تاکہ قوم اور حکومت کے درمیان دوستی اور صلح کا ماحول پیدا ہوسکے۔ اس نمائشی تبدیلی کے بعد منصور کی حکومت عوام کو دھوکا دینے اور صلح و دوستی کی زمین ہموار کرنے کے لیے اپنے وزیر داخلہ کو امامؒ کے پاس ملاقات و گفتگو کے لیے بھیجتی ہے اور قتل عام کی ساری ذمہ داری سابقہ حکومت پر ڈال دیتی ہے اور ان سے یہ مطالبہ کرتی ہے کہ وہ شاہی حکومت اور علمائے اسلام کے درمیان خوشگوار تعلقات قائم کرنے کا ذریعہ و وسیلہ بن جائیں۔ اس ملاقات کے چند روز بعد امام خمینیؒ کی رہائی کا اعلان کردیا جاتا ہے۔

شہر قم اور حوزۂ علمیہ کے لوگوں کے درمیان امام خمینیؒ کی موجودگی سے عوام کو غیر معمولی رُوحانی تازگی محسوس ہوتی ہے اور امام خمینیؒ کی قیادت میں اسلامی تحریک کو نئی زندگی حاصل ہوجاتی ہے۔ قید خانہ سے رہائی کے چار دن بعد اپنی پہلی تقریر میں امام خمینیؒ اپنے اسلامی موقف پر ثابت قدم رہنے کا اعلان کردیتے ہیں اور اپنی اس تقریر کے دوران وہ یہ بھی اعلان کردیتے ہیں کہ حکومت کی بدعنوانیوں کے خلاف ان کی جدوجہد جاری رہے گی اور علماء و حکومت کے درمیان صلح و دوستی کا یہ پروپیگنڈہ محض ایک دھوکا ہے۔ اس کے بعد ۱۵ خرداد انقلاب کی سالگرہ سے قبل اپنی منصوبہ بند پالیسی کے تحت شاہی حکومت ملک کے اکثر واعظین کو گرفتار کرلیتی ہے اور کسی بھی قسم کی مجلس ترحیم و تعزیت پر پابندی لگا دیتی ہے۔ امام خمینیؒ شہداء کی سالگرہ کے موقع پر قومی عزاداری کا اعلان کرتے ہیں کہ ایسے حالات میں ترکِ نصیحت اور خاموشی میرے نزدیک گناہِ عظیم اور سیاہ موت کے استقبال کی حیثیت رکھتی ہے۔

ملتِ ایران امام خمینیؒ کے اس بیان کا استقبال کرتے ہوئے اجتماعات اور مظاہروں کا سلسلہ شروع کردیتی ہے اور عوام و پولیس کے درمیان براہ راست ٹکراؤ ہوجاتا ہے۔

۱۹۶۳ء میں رونما ہونے والے حوادث کی روشنی میں شاہی حکومت کو اس حقیقت کا

بخوبی اندازہ ہوگیا تھا کہ حکومت کے خلاف جاری انقلابی سرگرمیوں میں امام خمینیؒ کا اہم اور فیصلہ کن کردار ہے اور وہ مخالف جماعت کی قیادت کر رہے ہیں۔ لہٰذا شاہی حکام یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ انھیں گرفتار کر کے جلاوطن کردیا جائے۔ اس سلسلے میں فوری قدم اُٹھاتے ہوئے اسی سال ۱۳/آبان کو انھیں گرفتار کر کے ترکی میں جلاوطن کردیا گیا۔

امام خمینیؒ کی جلاوطنی

امام خمینیؒ نے اپنی جلاوطنی کے گیارہ مہینے ترکی میں بسر کیے۔ اس کے بعد شاہی حکومت نے امام خمینیؒ اور ان کی اسلامی تحریک کے خلاف نئی شیطانی سازش کا جال بچھاتے ہوئے انھیں ترکی سے نجفِ اشرف جانے پر مجبور کردیا اور اس طرح نجف میں جلاوطنی کی زندگی بسر کرتے ہوئے امام خمینیؒ ایرانی عوام اور اپنی اسلامی تحریک کی قیادت کے فرائض انجام دیتے رہے اور اہم مواقع پر ایرانی عوام وملتِ اسلامیۂ عالم کے نام تاریخ ساز پیغامات بھی جاری کرتے رہے۔

ایران دوبارہ مرکزِ انقلاب بن جاتا ہے

امام خمینیؒ کی جلاوطنی وناموجودگی کے زمانے میں شاہی حکومت کو یہ موقع مل گیا کہ ملک وملت کو فساد وتباہی کی طرف راغب کردے، ملکی معاملات میں اغیار و اجانب کی مداخلت کو رواج حاصل ہوجائے اور قومی سرمایہ کی خاطر لوٹ کھسوٹ پر کوئی پابندی نہ رہے، ملک پر مسلط ساواکی نظام کی مدد سے شاہ کو اپنے ان شرمناک منصوبوں میں قدرے کامیابی حاصل ہوگئی۔ وہ نیزہ کی نوک پر اپنی حکومت اور سامراجی سیاست کو باقی رکھنا چاہتا تھا۔ امام خمینیؒ سے انتقام لینے کے لیے ایک شاہی ایجنٹ کی جانب سے امام خمینیؒ کی توہین و اہانت کے لیے اطلاعات نامی اخبار میں ایک مقالہ شائع کیا گیا جس میں امام خمینیؒ کے خلاف جھوٹے اور بے

بنیاد الزامات کی بھرمار کی گئی تھی جس نے پوری ملتِ اسلامیۂ ایران کے جذبات برانگیختہ کر دیئے اور دیکھتے ہی دیکھتے قم، تبریز، یزد، شیراز، تہران اور بتدریج پورے ملک میں عظیم الشان اسلامی انقلاب کی لہر دوڑ گئی، جاں بکف نوجوان انقلابی سرگرمیوں میں مصروف ہو گئے اور سرزمینِ ایران پر جہاد و شہادت اور ایثار و قربانی کا ماحول چھا گیا۔

دوسری طرف عراقی حکومت کی طرف سے عائد کی گئی پابندیوں کی وجہ سے ایران میں رونما ہونے والے حوادث کی مکمل اطلاع امام خمینیؒ تک نہیں پہنچ پاتی تھی اسی وجہ سے وہ لوگوں کی بروقت ہدایت اور اسلامی انقلاب کی خاطر خواہ قیادت نہیں کر پاتے تھے چنانچہ انھوں نے عراق سے فرانس چلے جانے کا فیصلہ کیا اور پیرس سے اسلامی انقلاب کی بھرپور خاطر خواہ قیادت کے فرائض انجام دینے لگے۔ یہاں تک کہ وہ وقت بھی آ گیا جب انھیں یہ محسوس ہوا کہ اب ملتِ اسلامیہ کے درمیان رہ کر قیادت و رہنمائی کی ضرورت ہے لہٰذا انھوں نے وطن واپسی کے سلسلے میں اپنے اٹل فیصلے کا اعلان کر دیا اور جو وقت مقرر کیا تھا اسی وقت پر ایران پہنچ گئے۔ قدرشناس اور آگاہ و بیدار ایرانی عوام اپنے قائد باشعور کا استقبال کرنے کے لیے ہوائی اڈے پر جمع ہو گئے اور ہوائی اڈے سے بہشتِ زہرا تک عاشقینِ امام کا جمِ غفیر اکٹھا ہو گیا۔ ایران میں امام خمینیؒ کی آمد کے دس روز بعد ڈھائی ہزار سالہ شاہی حکومت کا کام تمام ہو گیا اور ملتِ اسلامیہ کے ٹھوس ارادہ و مستحکم قیادت کے سایہ میں ایران میں اسلامی جمہوری حکومت کی تشکیل ہو گئی۔

امام خمینیؒ نے جس اسلامی حکومت کی بنیاد رکھی تھی وہ معنوی ارمانات کے اصولوں پر مشتمل اور ہر قسم کی اقتدار پسندی سے دور تھی۔ اسلام حکومت کو ایسے معیاری معاشرہ کی تشکیل کا ذریعہ قرار دیتا ہے جہاں برابری، برادری، دوستی، محبت، صلح و صفائی اور عظمت و سربلندی کا بول بالا ہو اور جو انسانِ کامل کی تخلیق کا ذریعہ بن جائے۔ امام خمینیؒ اسلامی احکام اور قرآنی تعلیمات کی روشنی میں ایسی ہی حکومت کے خواہاں تھے۔ چنانچہ وہ صراطِ مستقیم و فلاح و کمال پر مشتمل

مخلصانہ بندگی کا ماحول فراہم کرنے کے لیے اس راہ پر گامزن ہوگئے۔

سامراجی ایجنٹ اس بات سے بہت ناراض تھے کہ ایران میں اسلامی حکومت کی بنیاد رکھ دی گئی ہے، ناراضگی کے ساتھ ہی ساتھ یہ لوگ ایسی حکومت کی تشکیل سے خوفزدہ بھی تھے۔ لہٰذا انقلاب کے ابتدائی مرحلہ سے ہی اس کے خلاف سازشوں کا جال پھیلانا شروع کر دیا اور اس کوشش میں ہمہ تن مصروف ہوگئے کہ امام خمینیؒ اسلامی حکومت کی تشکیل میں کامیاب نہ ہوسکیں اور اسلامی نظامِ حکومت گوناگوں رُکاوٹوں کا شکار ہو جائے۔

انقلاب دشمن سازشوں کی بھرمار

اسلامی انقلاب کی نمایاں شخصیتوں کے بے رحمانہ قتلِ عام، ملک میں بدامنی و قتل و غارتگری کی ترویج، فوجی بغاوت، ملک میں خانہ جنگی اور مسلط کردہ جنگ پر مشتمل مختلف سیاسی اور فوجی سازشوں کے ساتھ ہی ساتھ عالمی سامراج نے ثقافتی اور سماجی اداروں میں کام کرنے والے اپنے ایجنٹوں کے ذریعہ ملک گیر پیمانہ پر ثقافتی سازشوں کا جال بھی پھیلا رکھا تھا۔ واضح رہے کہ اسلامی انقلاب کے خلاف ثقافتی اور سماجی سازشوں کا سلسلہ اس کی عظیم الشان کامیابی کے فوراً بعد ہی شروع ہوگیا تھا جنھیں مندرجہ ذیل حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

مذہبی مطلق العنانی کی تشکیل کا پروپیگنڈہ

اسلامی جمہوریت اور مسئلہ ولایت کے سامنے آتے ہی عالمی سامراج نے اپنے ایجنٹوں کی مدد سے وسیع پیمانے پر یہ پروپیگنڈہ شروع کر دیا کہ یہ ملک مذہبی مطلق العنانی کے چنگل میں گرفتار ہوگیا ہے کیونکہ جن بنیادوں پر اس حکومت کی تشکیل عمل میں آئی ہے ان کے تحت عوام کے جائز حقوق اور ان کی آزادی کو خطرہ لاحق ہو جائے گا۔ یہ مرثیہ بھی پڑھا جانے لگا کہ ہزاروں شہیدوں کی عظیم قربانیوں کے نتیجے میں حاصل ہونے والی آزادی کا جلد ہی گلا گھونٹ دیا جائے گا۔ غرضیکہ اس قسم کے متعدد پروپیگنڈوں کے ساتھ ہی ساتھ عوام کی ہمدردی

کے نام پر مگرمچھ کے آنسو بہائے جانے لگے۔

اگرچہ اسلامی جمہوری حکومت کی تشکیل کے بعد آہستہ آہستہ ان پروپیگنڈوں کی حقیقت عوام پر ظاہر ہونے لگی تھی اور لوگوں کو یہ اندازہ ہونے لگا تھا کہ یہ محض اسلام دشمن سازشوں کا نتیجہ ہے لیکن پھر بھی ان حالات میں بعض سادہ لوح ذہنوں میں شک اور ذہنی پریشانی کا پیدا ہونا یقینی تھا لہٰذا کچھ لوگ اسلامی انقلاب سے بدگمان ہو گئے۔

اسلامی قوانین ناقابلِ عمل

چونکہ دشمنانِ اسلام کا اس مذہب کی تعمیری اور انسانی تعلیمات پر کوئی عقیدہ و ایمان نہ تھا اسی وجہ سے یہ لوگ شروع ہی سے اسلامی احکام کی تعمیل کے سخت مخالف تھے۔

چنانچہ جب اسلام اور انقلاب دشمن عناصر کے خلاف قصاص کی پالیسی اختیار کی گئی تو ان لوگوں کو پروپیگنڈہ کرنے کے لیے ایک نیا اسلحہ مل گیا اور ریڈیو، ٹیلی ویژن اور سامراجی ذرائع ابلاغ میں سامراجی اخباروں اور رسالوں کے ذریعہ عالمی سطح پر یہ کوشش کی جانے لگی کہ الٰہی قوانین کو عملی جامہ نہ پہنایا جائے۔ اس کام میں منافقین اور مغرب زدہ آزاد خیال لوگوں نے بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور اسلامی احکام و قوانین پر نکتہ چینی کرتے ہوئے انھیں ناقابلِ عمل بتایا گیا۔

حجاب کی مخالفت

یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ ہزاروں خدا طلب اور صاحبِ ایمان شہیدوں کے خون کی قیمت ادا کرنے کے بعد اور ملک کے ۹۸ فیصد عوام کے اعتماد کے سہارے جس مقدس اسلامی جمہوریت کی تشکیل عمل میں آئی تھی اس میں طاغوتی و اسلام دشمن مناظر کی جلوہ نمائی کو جائز کیسے قرار دیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ اسلامی حکومت کی تشکیل کے بعد حکومت کے ذمہ دار افسروں نے یہ اعلان کیا کہ مسلمان خواتین کا باحجاب رہنا لازمی ہے کیونکہ انھیں اپنی مذہبی

روایات کا تحفظ کرنا ہے۔ یہ اعلان شہوت پرست اور شیطان زدہ لوگوں کو اچھا نہ لگا اور انھوں نے اعتراض کرنا شروع کردیا۔

سماج میں اخلاقی مفاسد کی روک تھام اور معاشرہ کی مکمل اصلاح وسلامتی کے لیے اپنائے گئے اس قانون کی مخالفت کرنے والے لوگ سامراجی ایجنٹ تھے جنھوں نے بعض سادہ لوح لوگوں کو بھی اپنا ہم خیال بنالیا تھا۔

اسلامی نظام اور عالم نما افراد:

تاریخ گواہ ہے کہ اسلام کو ہمیشہ مقدس مآب افراد اور نام نہاد علماء کی ذات سے غیر معمولی نقصان پہنچا ہے۔ عام لوگوں کو دھوکا دینے کے لیے عالمی سامراج کچھ ایسے لوگوں کو اپنا زرخرید غلام بنالیتا ہے جو عالم اور مقدس ہونے کا ڈھونگ کرسکیں۔ سماج کے سادہ خیال اور سیدھے سادے لوگوں کے درمیان اپنا اثر ورسوخ قائم کرنے کے بعد یہ عالم نما افراد معاشرہ کو انحراف اور بے راہ روی کی طرف راغب کرنے لگتے ہیں۔

ملک میں اسلامی نظام حکومت کی تشکیل کے بعد بھی عالمی سامراج نے اپنے اس ہتھکنڈے کا بھرپور استعمال کیا لیکن محافظینِ انقلاب نے اپنی سوج بوجھ سے دشمن کی اس سازش کو ناکام اور ان عالم نما لوگوں کو سماج کے سامنے بالکل بے نقاب کردیا اورعوام نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ شرعی اقدام کو غیر شرعی قرار دینے والے یہ تمام لوگ وہی ہیں جو شاہی حکومت کے زمانے میں شاہ کا قصیدہ پڑھا کرتے تھے اور اسلامی انقلاب کے دوران خاموش تماشائی کا کردار ادا کر رہے تھے اور اسلامی نظام سے ان کی عداوت ان لوگوں کے اردگرد سامراجی ہتھکنڈوں کی موجودگی کی دلیل تھی۔

یہ محض سادہ خیالی نہیں ہے کہ ملک کی سرحدوں پر دشمن کی فوج نے قبضہ کرلیا ہے اور ان عالم نما لوگوں میں سے ایک یہ اعلان کرتا ہے کہ جنگ میں مداخلت اور دشمن کے وحشیانہ حملات سے ملک وملت کے دفاع میں مصروف سپاہیانِ اسلام کی حمایت امامِ زمانہؑ کے خلاف

جنگ کے مترادف ہے۔ یہ اعلان خود یہ بتا رہا ہے کہ یہ سامراجی خواہش ہے جس کا اعلان ان تمام نام نہاد علماء کی زبان سے کرلیا جارہا ہے۔

بہرحال امام خمینیؒ اس قسم کے حوادث اور ایسے لوگوں سے اپنی زندگی کے آخری لمحات تک رنجیدہ رہے اور انھوں نے متعدد بار اپنی قوم کے سامنے اس گہرے رنج کا اظہار بھی کیا ہے۔ یہ کج فکر افراد ہمیشہ اس کوشش میں رہا کرتے تھے کہ اسلامی جمہوریہ کی طرف سے کوئی قدم اٹھایا جائے اور وہ اس کو خلاف شرع قرار دیں۔

یہ لوگ دین سے سیاست کی جدائی و علیحدگی کا نعرہ بلند کرتے ہوئے امام زمانہؑ کی عالمی حکومت سے قبل کسی حکومت کی تشکیل کو غیرشرعی قرار دیتے ہوئے اس سے اپنی بیزاری کا اظہار کرتے ہیں! اگرچہ یہ لوگ اپنے اس موقف کی وضاحت کے لیے کوئی دلیل پیش کرنے سے عاجز ہیں۔

عالمی سامراج نے ان مقدس مآب افراد کی آڑ لے کر اسلامی جمہوریت پر شدید حملے شروع کردیے اور سامراج غلام عناصر اسلامی انقلاب کے خدمت گزاروں کو کمیونسٹ، مذہب دشمن اور کافر و فاجر ثابت کرنے کی کوشش میں ہمہ تن مصروف ہوگئے تاکہ اس نظام کو موضوع سوال قرار دے سکیں اور ملّتِ اسلامیہ کے ایک بڑے حصے کو انقلابی سرگرمیوں سے الگ کردیں لیکن امام خمینیؒ نے اپنی دانشمندانہ قیادت کے ذریعہ اس سامراجی ہتھکنڈے کو بھی ناکام کردیا۔

انقلاب کے خلاف انسانی حقوق کا کوڑا

انسانی حقوق درحقیقت ایک دلکش انسانی موضوع کی حیثیت سے عالمی سامراج کے ہاتھوں میں ایک حربہ کے علاوہ کچھ نہیں ہے اور عالمی سامراج جہاں ضروری سمجھتا ہے اس حربہ کو استعمال کیا کرتا ہے۔ یہ بات دُنیا کے کسی آدمی سے پوشیدہ نہیں رہ گئی کہ سردست انسانی حقوق تنظیم ایک ایسی کٹھ پتلی کی طرح ہے جس کو دنیا کے آزاد ملکوں کے خلاف استعمال کیا جاتا ہے۔ چونکہ اس کٹھ پتلی کا دھاگہ بڑی طاقتوں کے ہاتھ میں ہے لہٰذا اشارہ پاتے ہی یہ ان کی مرضی

کے مطابق رقص کرنے لگتی ہے۔

اپنی سامراج دشمن ماہیت کی وجہ سے اسلامی انقلاب سامراجی حملات سے محفوظ نہ رہ سکا اور اس کے خلاف انسانی حقوق سے بہتر اسلحہ اور کیا ہوسکتا ہے! لہٰذا اس انقلاب کے خلاف انسانی حقوق کا یہ کوڑا شروع ہی سے ہوا میں لہرانے لگا۔

حقوقِ بشر کی حفاظت کا ڈھونگ کرنے والوں نے فلسطین، لبنان، افغانستان، عراق وغیرہ میں اپنے غلاموں کی طرف سے بے گناہوں پر کیے جانے والے وحشیانہ مظالم کو پوری طرح نظر انداز کر رکھا ہے۔ ان لوگوں کی آنکھیں ان اعلانیہ مظالم کو دیکھنے سے عاجز ہیں۔ اور دنیا کی آزاد و سامراج دشمن حکومتوں میں قیدخانوں کی زبوں حالی اور حقوقِ بشر کی پامالی کا راگ ہر وقت ان کی زبان پر رہا کرتا ہے، حالانکہ ان لوگوں کو یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ جس ملک کی یہ لوگ بات کر رہے ہیں وہ دنیا کے کس حصہ میں واقع ہے۔ مختصر لفظوں میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ تنظیم بھی آزادی طلب اور عوامی تنظیموں کو کچلنے میں ہمہ تن سرگرم ہے۔

مسلمان اور اختلاف

دُنیا میں تفرقہ و اختلاف پیدا کرنا سامراج کا کامیاب ترین حربہ رہا ہے اور اب تک وہ اس حربہ کو استعمال کرتے ہوئے دُنیا کے مختلف ملکوں میں اپنے سامراجی مقاصد کو عملی جامہ پہنا چکا ہے۔

چنانچہ اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد اس انقلاب کی سامراج مخالف پالیسی کو نگاہ میں رکھتے ہوئے انقلاب دشمن و فتنہ انگیز مراکز کی سرگرمیوں میں غیر معمولی اضافہ ہوگیا اور امت اسلامیہ کے درمیان تفرقہ و اختلاف پیدا کرنے کا کام شروع کردیا گیا۔

اس سلسلے میں سامراج نے عوام کے درمیان موجود قومی اور مذہبی فرق کا بھرپور استعمال کیا اور قومی و مذہبی جنگ چھیڑ دی۔ اسلامی انقلاب کی کامیابی کے فوراً بعد قومی کشمکش

اور شیعہ سنی مسئلہ کی ایجاد سے یہ ثابت ہوجاتا ہے کہ عالمی سامراج اس کے ذریعہ اپنے شرمناک مقاصد کو عملی جامہ پہنانا چاہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کامیابی انقلاب کے فوراً بعد عوام پسند قومی موضوعات کے تحت قومیت کے احیاء کے لیے وسیع پروپیگنڈہ شروع کردیتا ہے اور قومی جذبات کے پردہ میں آپسی جدائی اور بٹوارہ کا راگ بھی الاپنے لگتا ہے۔ اس مقصد میں کامیابی کے لیے عالمی سامراج سنی اکثریت والے علاقوں میں داخل ہوا اور سنی شیعہ عقائدی اختلافات کو بڑھا چڑھا کر پیش کرنا شروع کردیا تاکہ دونوں جماعتوں کے درمیان جھگڑا پیدا ہوجائے۔

عالمی سامراج نے سنی شیعہ اختلافات کی آگ کو بھڑکانے میں فقط ایران کی سرحدوں کو ہی کافی نہیں سمجھا بلکہ اس نے عالم اسلام میں مسئلہ عرب وعجم کی بات شروع کی اور پھر اسلامی انقلاب کو شیعہ انقلاب بتاتے ہوئے اس عظیم انقلاب کو فقط ایک جماعت کے اندر محدود کرنے کی کوشش کی۔

عالمی سامراج اسلامی ممالک میں انقلابی اقدار کی بڑھتی ہوئی مقبولیت اور مسلمانوں میں اسلامی بیداری کے فروغ سے بہت خوفزدہ تھا لہٰذا اس نے اختلاف وتفرقہ بڑھانے کے لیے بھاری رقم بھی خرچ کی اور اسلامی ممالک میں اپنے مقاصد کی حفاظت کے لیے مختلف النوع افراد وعوامل کا بھرپور استعمال کیا۔ اس سلسلے میں کج فہم و انحرافی لوگ آگے بڑھے اور عالمی سامراج کی ہر ممکن خدمت انجام دینے کے لیے ہمہ تن آمادہ ہوگئے۔

امام خمینیؒ نے اسلامی انقلاب کی کامیابی کی ابتداء ہی میں عوام کو اس سامراجی سازش کی طرف بخوبی متوجہ کردیا تھا اور محافظین انقلاب کو یہ ہدایت کی تھی کہ وہ دانشمندانہ راہ و روش کے ذریعہ دشمن کی اس شرمناک سازش کا ڈٹ کر مقابلہ کریں۔ چنانچہ امام خمینیؒ کی قیادت اور ملک کے ذمہ دار افراد کی ذہانت و شجاعت کے ذریعہ دشمن کی یہ سازش کافی حد تک ناکام ہوگئی۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ اس کی وجہ سے مسلمانوں کی مختلف جماعتوں کے درمیان ٹھوس اتحاد کی زمین بھی ہموار ہوگئی اور آج عالمی سطح پر سامراج کی اسلام دشمن سازشوں کا مقابلہ کرنے

کے لیے دُنیا بھر کے سُنی و شیعہ مسلمان ایک ہی صف میں کھڑے ہوئے ہیں اور مسلمانوں نے عالمی سامراجیت کا مقابلہ کرنے کے لیے ایک عالمی اسلامی محاذ بنا رکھا ہے اور دونوں جماعتیں مثالی اتحاد کے ساتھ اسلام دشمن طاقتوں سے برسرِ پیکار ہیں۔

زہرآلود پروپیگنڈہ

عالمی سامراج اپنے جھوٹے اور بے بنیاد پروپیگنڈے کے ذریعہ مقدس اسلامی جمہوری نظام کے چہرے کو داغدار بنانے کی ہر ممکن کوشش میں سرگرم رہا ہے اور اس سلسلے میں مختلف زہرآلود و بے بنیاد پروپیگنڈوں مثلاً ایران- اسرائیل خفیہ تعلقات! ایران-امریکہ تعلقات! اسرائیل سے اسلحوں کی خریداری! دہشت گرد گروہوں کی برآمد! اور دنیا کے فلاں حادثہ میں ایران کا ہاتھ، کا سہارا لیا ہے۔ ان جھوٹے اور بے بنیاد پروپیگنڈوں کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ دنیا کے تمام ملکوں میں اسلامی انقلاب کے طرفداروں کو اس انقلاب سے بدگمان کردے۔

عالمی سامراج کو اس کام میں متعدد خبر رساں اداروں، ریڈیو، ٹیلی ویژن اور اخبار و رسالوں کی بھرپور حمایت حاصل ہے اور ابتدائی انقلاب سے لےکر اب تک اسلامی جمہوریہ ایران کے نورانی چہرہ کو داغدار بنانے کی بارہا کوشش کرچکا ہے لیکن ہر بار انقلاب کی الٰہی اور رُوحانی برکتوں سے ان زہرآلود پروپیگنڈوں کا بھانڈا پھوٹ گیا اور اسلامی انقلاب کے خلاف عالمی سامراج کی عداوت ناکام ہوکر رہ گئی۔

اقتصادی ناکہ بندی

عالمی سامراج نے اسلامی انقلاب کے خلاف اقتصادی سازشوں کا بھی جال پھیلایا اور ایک بین الاقوامی اقتصادی دباؤ کے ذریعہ اسلامی انقلاب کو نابود کرنے کی ناکام کوشش کی۔

ان سازشوں کی فہرست میں انقلاب کے خلاف اقتصادی ناکہ بندی، تیل کی قیمت میں بھاری گراوٹ، ملک کے مالی ذخائر میں کمی اور قومی سرمایہ کو غیر قانونی طور پر ضبط کیا جانا وغیرہ شامل ہیں۔

امام خمینیؒ نے ان تمام اقتصادی سازشوں کے خلاف اپنی آواز بلند کی اور اپنی ہوشیاری و اقتصادی سوجھ بوجھ کے ذریعہ ان کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور عالمی سامراج کی ان شرمناک سازشوں کو کامیاب نہیں ہونے دیا جبکہ ان میں سے ہر سازش اتنی خطرناک تھی کہ طاقتور ترین حکومتوں کو بھی صفحۂ ہستی سے مٹایا جاسکتا ہے اور پہلے بھی دنیا کی مختلف حکومتوں کو ایسی سازشوں کے ذریعہ نابودی کا شکار بنایا جاچکا ہے۔